محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

از شیخ المحدثین محقق اعظم حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی

مترجم حضرت علامہ مولانا مفتی غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمۃ



ادارہ معارفِ نعمانیہ لاہور

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ماخوذ مدارج النبوۃ

از ۰ شیخ المحدثین محقق اعظم حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز

مترجم ۰ حضرت علامہ مولانا مفتی غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمۃ

یہ کتابچہ ۲۲ اگست ۱۹۸۰ء میں پہلی مرتبہ
مکتبہ مرکزی مجلس اہلسنت وجماعت
آندھرا پردیش (انڈیا) سے شائع ہوا

اِدارہ معارفِ نعمانیہ شادباغ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللھم صلیّ علی سیدنا مولانا محمد و الِ الی اصحابہ وسلم.

وجوب محبت اور تمام مخلوق سے محبوب تر ماننا:۔ جاننا چاہیے کہ محبت اہل ایمان کے دلوں کی زندگی اور ارواح کی غذا ہے اور مقامات رضا اور احوال محبت میں یہ مقام سب سے بلند اور افضل ترین ہے اور جو شخص اور جو وقت بغیر محبت سے گزرتا ہے وہ گویا بے روح رہ جاتا ہے۔ محبت کے معنی اور اس کی حقیقت کے کشف و بیان میں اہل محبت کی تعبیریں مختلف ہیں۔ درحقیقت اختلافِ تعبیرات، اختلافِ احوال پر موقوف ہیں اور اکثر محبت کے نتائج و ثمرات پر مشتمل ہیں نہ کہ اس کی حقیقت پر۔

مواہب لدینہ میں بعض محققین سے منقول ہے کہ محبت کی حقیقت اہلِ معرفت کے نزدیک ایک معلوماتی کیفیت ہے جس کی لفظوں میں تعریف وتحدید نہیں کی جاسکتی اور نہ ہر کوئی اسے جان سکتا ہے جب تک کہ بطریق وجدان اس پر واردو قائم نہ ہو کیونکہ اس کی تعبیر لفظوں سے ممکن نہیں ہے اور جتنی زیادہ وضاحت کی جاتی ہے اتنا ہی وہ خفی ہوتا جاتا ہے لہذا اس کی تعریف وتحدید اس کا وجود ہے۔ انتہیٰ۔ یہ کلام ذوق ومحبت اور وجدان میں ہے۔ ورنہ بحسبِ وضع، اس کے معنیٰ جھکنے اور کسی ایسی چیز کی طرف دل کے مائل ہونے کے ہیں جو اسے مرغوب وموافق ہو اور محبت کے مراتب و درجات آثار وثمرات اور شواہد و علامات ہوتے ہیں جن کا اشارہ اہلِ علم کے کلام میں موجود ہے۔

چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ تمام احوال میں محبوب کی موافقت کرنے کا نام محبت ہے اور یہ موافقت ایثار، بخشش اور اس کی اطاعت میں ہے یہ نفسیانی

خواہشات اور ارادۂ قلبی کی بنا پر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ محبوب کی خوبیوں میں گم ہونے اور اس کی ذات وصفات میں فنا ہونے کا نام محبت ہے اور یہ احکام، محبت میں فنا ہو جانے میں ہے اور یہ بات اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ خود کو اس میں فنا نہ کر دیا جائے۔ اور اس سے مکمل طور پر محبت نہ ہو جائے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنی طرف سے جتنا زیادہ کیا جائے۔ اسے کم تصور کرنا اور محبوب کی طرف سے کتنا ہی کم ہو اسے بہت جاننے کا نام محبت ہے۔ سچی محبت کرنے والا اگر اپنی ہر اس چیز کو جس پر وہ قدرت رکھتا ہے۔ محبوب پر نچھاور کر دے تو وہ اسے بھی کم سمجھتا ہے اور شرمندہ رہتا ہے اور اگر محبوب کی طرف سے تھوڑی سی چیز بھی میسر آتی ہے تو وہ اسے بہت سمجھتا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ محبت یہ ہے کہ محبوب پر اپنی ہر چیز کو قربان کر دیا جائے اور اپنے لیے اپنی کوئی چیز باقی نہ رہے اور کہتے ہیں کہ دل سے محبوب کے سوا سب کچھ فنا کر دینے کا نام محبت ہے۔ اور یہی کمالِ محبت کا اقتضاء ہے تا کہ دل میں غیر کے آنے اور غیر کی محبت رہنے کی جگہ ہی باقی نہ رہے۔ کیونکہ دل محبت کے داخل ہونے اور وہاں اثر انداز ہونے کی جگہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ محبت، محبوب کی اور اس کے دیدار کے شوق میں دل کے سفر کرنے کا نام ہے۔ محبوب کا ذکر ہمیشہ زبان پر رہتا ہے من احب شیئا اکثر ذکرہ جو چیز زیادہ محبوب ہوگی اس کا ذکر زیادہ ہوگا۔

یہ تمام معنیٰ دراصل محبت کے آثار و علامات کے ہیں ورنہ حقیقت میں کسی ایسی چیز کی جانب دل کے میلان کا نام محبت ہے جو اس کے موافق ہو یا اس کے ظاہری حواس کے ذریعہ لذت و ذوق حاصل کرنے کے لیے مرغوب ہو جس

طرح خوبصورت تصویروں، اچھی آوازوں، لذیذ کھانوں اور خوشبودار چیزوں سے محبت رکھنا وغیرہ، اور حواس باطنہ یعنی عقل و دل کے ادراک سے برگزیدہ، معانی باطنہ سے محبت کرنا جیسے صالحین، علماء اور ان چیزوں سے محبت رکھنا جو سیرت جمیلہ اور افعال حسنہ کے ضمن میں مامور و معروف ہیں۔ اس لیے کہ انسانی طبیعت فطرۃً اس قسم کی چیزوں کی طرف میلان و شفقت رکھتی ہے خواہ یہ محبت انعام و احسان کی بناء پر ہی ہو۔ بلاشبہ انسان کی طبیعت میں پیدائشی طور پر یہ بات رکھی گئی ہے کہ جو اس پر احسان کرے وہ اس سے محبت و چاہت رکھے۔ غرض کہ محبت کا سبب حسن یا احسان یہ سب اسباب سید السادات، منبع البرکات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التسلیمات میں ثابت و موجود ہیں اور حضور علیہ السلام ﷺ ان تمام معانی کے جامع ہیں جو موجب محبت ہیں۔ لیکن حسن و جمال بصورتِ ظاہر اور افضل و کمال و اخلاق سیرت باطن ان سب میں سے کچھ کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اب رہا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امت پر انعام و احسان فرمانا تو لطف و کرم، رحمت و شفقت، تعلیم کتاب و حکمت، صراط مستقیم کی ہدایت اور نار جحیم سے رستگاری میں سے ہر ایک انعام و احسان، قدر و منزلت میں کتنا اعظم و اجل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جتنے احسانات و کرامات تمام مسلمانوں پر ہوئے ہیں کون ہے جو اس افضال و اکرام میں از روئے منفعت و افادات اعم و اشمل ہے اور اس صاحب فضلِ عظیم کی جانب سے کتنا بڑا انعام

تمام مسلمانوں پر ہے کہ ہدایت کی طرف آپ ان کے وسیلہ و ذریعہ ہیں اور ان کے فلاح وکرامت کے داعی ہیں اور پروردگار عالم کے حضور ان کے شفیع و گواہ ہیں اور موجب بقائے دائم اور نعیم سرمد یوم القراز ہیں تو ثابت ہوگیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حقیقۃً بھی مستوجب محبت ہیں۔ اور شرعاً وفطرتاً بھی، چونکہ یہ انسان کی عادت ہے کہ جو ایک یا دو مرتبہ اس پر احسان کرتا ہے اور کوئی فانی نعمت اسے دیتا ہے تو وہ اس کا گرویدہ ہو جاتا ہے اور اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ لیکن وہ ذات کریم جو اسے نجات بخشے اور اس سے ہلاکت ونصرت کو دور کرے تو وہ اس سے کیوں نہ محبت کرے گا۔ کیونکہ اس ذات کریم نے ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو ابدی وسرمدی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بلاؤں سے اسے محفوظ فرماتا ہے اور چونکہ انسان کی خصلت ہے کہ وہ حسین وجمیل صورت اور پسندیدہ سیرت کو محبوب رکھتا ہے۔ تو وہ کیوں نہ اس ذات سے محبت کرے جو حسن و جمال کے تمام انواع کا جامع اور فضل وکمال کے تمام اقسام پر حاوی ہے۔ لہذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محبت کے مستحق وموجب ہیں۔ کیونکہ آپ کے ساتھ ہماری محبت اپنی جانوں اپنے مالوں اور اپنی اولاد اقرباء سے کہیں زیادہ وافر واکثر ہے اور جو بھی اخلاص کے ساتھ ایمان صحیح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر لایا ہے اس کا وجدان آپ کی محبت سے خالی نہیں ہوا ہے۔ لیکن یہ بات جدا ہے کہ کسی میں محبت کا بہت زیادہ وافر حصہ پایا جاتا ہے اور کسی میں کمتر تو اس کا مدار ترک شہوات اور عدم احتجاب غفلت پر ہے اس سے خدا ہمیں پناہ

میں رکھے اور اس میں شک وشبہ نہیں کہ اس معنیٰ میں صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا حصہ اتم واکمل ہے اس لیے کہ یہ معرفت کا ثمرہ ہے اور ان کی معرفت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیاں ہے جیسا کہ احادیث و آثار سے منقول ومعلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **قل ان کان اباء کم و اخوانکم و ازواجکم و عشیر تکم و اموال ن اقتر فتموها و ابناء هم تجارةً تخشون کسادها و مساکین ترضعونها احب الیکم من الله و رسوله وجهادفی سبیله۔**

ترجمہ:۔ تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو...... اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **لا یومن احدکم حتی اکون احبا لیه من والده وولده الخ** ۔تم میں سے کوئی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں، ایک روایت میں ''**من اهله و ماله**'' آیا ہے اور ایک روایت میں من نفسہ آیا ہے۔ مطلب یہ کہ اس کی بیوی اس کے مال اور اس کی جان سے میں زیادہ پیارا ہوں۔ یہ محبت کا کامل اتم مرتبہ ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے عرض کیا

''یارسول اللہ!'' آپ میری ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں مگر اپنی جان سے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی ایمان دار نہیں جس کے نزدیک میں اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی آپ میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ فرمایا ہاں اے عمر رضی اللہ عنہ! اب مومن ومخلص بنے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سینے پر دست اقدس رکھ کر تصرف فرمایا۔ اس کے بعد وہ معنیٰ ومفہوم کو پہنچے۔ حضرت سہیل تستری رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے تمام احوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت نہ دیکھی اور خود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت نہ جانا اس نے سنت کی چاشنی نہ چکھی۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں مومن اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ میں اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں (الحدیث)

اور بعض فرماتے ہیں کہ جب تک کہ اپنی تمام خواہشوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا پر قربان نہ کرو گے اگر چہ تم موت کے منہ میں پڑے ہو تو بھی مومن نہیں ہو سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبت، بجز اعتقادِ عظمت کہیں موجود نہیں اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تو پہلے سے ہی قطعی طور پر حاصل تھی۔

صاحبِ مواہب لدنیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اول مرتبہ میں توقف کرنا اور اپنی جان کا استثنا کرنا اس بناء پر تھا کہ انسان کی اپنی جان

سے محبت طبعی ہے اور جہت اختیاری، تبوسط اسبابؑ وموجبات علم، بمنافع و مصالح وفوائد ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مراد لینا اختیاری محبت میں تھا اس لیے کہ طبیعتوں میں تبدیلی اور جبلت میں تغیر کی کوئی راہ نہیں ہے اس بناء پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پہلا جواب بحکمِ طبع تھا۔ بعد ازاں غور وفکر کر کے اور استدلال سے پہچاننے کے بعد تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نزدیک اپنی جان سے زیادہ محبوب ہونے چاہئیں۔ اس بنا پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو دنیا وآخرت کی ہلاکتوں سے نجات دلانے کے ذریعہ وسبب ہیں تو انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی جو ان کے اختیار کا تقاضا تھا۔ اسی لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب انہیں یہ حاصل ہوا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! اب تم ایماندار ہوئے۔ مطلب یہ کہ اب تم نے حقیقتِ حال کو پہچانا اور واجب کے مطابق تم نے جواب دیا۔ انتہیٰ۔

اور اس مسکین (صاحب مدارج النبوۃ) کے نزدیک یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلی مرتبہ کا کہنا تخلیقی حکم سے تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے بعد جو انہیں حاصل ہوا یہاں تک کہ انھوں کہا کہ ''آپ میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں تو یہ محبت طبعی تھی اور صاحب مواہب کا یہ قول کہ ''طبیعتوں کا تبدل اور جبلتوں کا تغیر ممکن نہیں ہے۔'' یہ کلیہ نہیں ہے بسا اوقات طبائع اور غرائز، ریاضتوں اور مجاہدوں سے تغیر پذیر ہو جاتے ہیں اور

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت وتصرت سے صحابہ کرام کے نفوس نے تہذیب پائی اور ظلمت کو نورانیت سے بدلا گیا۔ خصوصاً وہ مقام جو مستعد و قابل ہے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نفس تھا یہ ہے وہ جس کی تائید دوسری حدیث میں مذکور ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے استفسار فرمایا کہ کیا حال ہے کیا میرے سوا کسی اور سے محبت رکھتے ہو اے عمر! عرض کیا ''ہاں یا رسول اللہ! میری محبت، میرے اہل و مال اور اولاد و جان کے درمیان مشترک ہے۔'' اس کے بعد حضور نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر رکھا اور فرمایا ''اب کیا حال ہے اے عمر رضی اللہ عنہ! عرض کیا'' اہل و مال اور اولاد کی محبت تو جاتی رہی۔ بجز محبتِ نفس کے کہ ہنوز باقی ہے۔'' پھر دوسری مرتبہ دست مبارک سینہ پر رکھا۔ سب کی محبت جاتی رہی بجز آپ کی محبت کے یارسول اللہ'' نیز ظاہر یہ ہے کہ محبت اختیاری، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے استدلال سے ہوگی۔ اس کے ظہور کی بناء پر اور ان کا اس سے مطلوب حضور ﷺ سے اس مرتبہ اعلیٰ کی تمنا و طلب ہوگی۔ جو محبت جبلی ہے۔ معلوم ہوا کہ غلبہ محبت اس جگہ تک پہنچتا ہے جہاں تک طبیعت سرایت کرتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ **اللھم اجعل حبک احب الی من اھلی و مالی و نفسی و من المآء البار و الی العطشان** ۔ اے خدا! اپنی محبت کو مجھ میں اپنے اہل و مال اور اپنی جان سے زیادہ محبوب بنادے اور پیاسے کو ٹھنڈا پانی جس طرح محبوب ہوتا ہے اس

سے محبوب کر دے گا۔'' ظاہر ہوتا ہے کہ اگر چہ محبتِ نفس میں اختیار کا شائبہ ہے لیکن پیاسے کی ٹھنڈے پانی سے محبت میں اختیار کو بالکل دخل نہیں۔

حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اموال واولاد، ماں باپ اور پیاسے کو ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب تھے۔

معیت ومحبوبیت: محبت کی سب سے بڑی جزاء اور اس کا ثواب، محبوب کے ساتھ معیت کا ثبوت ہے۔ یہ معیت معنوی اور روحانی ہے اگر چہ جسمانی مفارقت و جدائی درمیانی میں ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب ہوگی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے قیامت کے لیے کتنے اعمال کی تیاری کر رکھی ہے؟ مطلب یہ کہ قیامت کے بارے میں کیوں پوچھتے ہو عمل کرو تا کہ روز قیامت تمہارے کام آئے۔ اس نے عرض کیا'' میں نے قیامت کے لیے نماز، روزہ اور صدقہ وغیرہ اعمال کی کثرت تو کی نہیں ہے البتہ میں خدا کو اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ انت مع من احببت ۔تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت رکھتا ہے۔''

حضرت صفوان بن قدامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی اور بارگاہِ رسالت میں

حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اپنا دستِ مبارک دیجئے تا کہ میں آپ کی بیعت کروں۔ حضور نے اپنا دست مبارک مجھے دیا میں نے عرض کیا ''یارسول احبک قال المرء مع من احب'' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں فرمایا آدمی جس سے محبت رکھتا ہے اسی کے ساتھ ہو گا۔ ان لفظوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت انس اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے اور امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں کو پکڑ کر فرمایا جوان دونوں اور ان دونوں کے ماں باپ کو محبوب رکھتا ہے تو وہ روز قیامت میرے ساتھ میرے درجہ میں ہو گا۔'' اس میں انتہائی مبالغہ ہے کہ فرمایا میرے درجے میں ہو گا۔ تا کہ مراد انتہائی قرب و معیت ہے بہ نسبت دوسروں کے۔ کیونکہ اس جگہ مطلق معیت پر اکتفا ہوتی۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ آپ میرے نزدیک اہل و مال اور اولاد جان سے زیادہ محبوب ہیں، جب آپ کی یاد مجھے ستاتی ہے تو صبر نہیں آتا۔ جب تک کہ حاضر ہو کر آپ کے جمال نہ دیکھ لوں اور میں جب اپنی موت کو اور آپ کے رحلت فرمائے جانے کو یاد کرتا ہوں اور یہ سوچتا ہوں کہ جب آپ جنت میں داخل ہوں گے تو آپ کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مقام اعلیٰ وگرامی تر پر فائز کیا جائے گا اور اگر میں جنت میں گیا بھی تو وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیسے میسر آئے

گی۔اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیۃ کریمہ نازل فرمائی۔ **من یطع اللّٰہ و الرسول فاولئک مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیین و الصدیقین** (جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن نبیوں اور صدیقوں پر اللہ نے انعام فرمایا) اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلایا اور یہ آیت سنا کر مژدہ دیا۔ بعض مفسرین اس قصہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سخت محبت تھی۔ جب ان سے صبر نہ ہوا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں آئے کہ ان کا رنگ و روپ اڑا ہوا تھا۔ حالت شکستہ و پراگندہ تھی۔ چہرے سے اندوہ وغم نمایاں تھا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا حلیہ بنا رکھا ہے تمہارا تو رنگ ہی فق ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو مجھے کوئی بیماری ہے اور نہ درد وغیرہ ہے۔ بجز اس کے کہ میں جب جمال جہاں آراء کو نہیں دیکھتا تو متوحش و پریشان ہو جاتا ہوں اور شدید وحشت طاری ہو جاتی ہے اور جب تک میں حاضر ہو کر جمال جہانتاب سے فیض یاب نہیں ہو جاتا۔ اس سے پہلے میں آخرت کے بارے میں سوچ رہا تھا اور ڈر رہا تھا کہ میں وہاں آپ کی کہاں زیارت کر سکوں گا اس لیے آپ کو تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مقامِ اعلیٰ پر لے جایا جائے گا اور اگر میں جنت میں داخل بھی کیا گیا تو میری جگہ آپ کے درجہ رفیعہ کے مقابلے میں کہیں زیادہ نیچی ہو گی اور اگر داخل نہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی نہ

دیکھ سکوں گا اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی اور بعض تفسیروں میں علی الاجمال عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شان میں بھی مذکور ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ بارگاہِ نبوی میں ایک شخص بیٹھا ہوا جمالِ مبارک پر نظر جمائے دیکھ رہا تھا وہ ادھر ادھر نظریں اٹھاتا ہی نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یارسول اللہ۔ میں آپ کے جمال مبارک سے بہرہ مند ہو رہا ہوں اور آپ کے دیدار سے لذت ذوق حاصل کر رہا ہوں۔ البتہ مجھے اس کا غم ہے کہ روز قیامت میں حق تعالیٰ مجھے یہ دیدار نصیب فرمائے گا یا نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **من احبنی کان معی فی الجنة**۔ جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

آگاہ رہو کہ معیت سے مراد درجہ میں برابری نہیں ہوگی۔ اگر چہ بعض حدیثوں میں **کان فی درجتی** (میرے درجہ میں ہوگا) بھی واقع ہوا ہے تو اس سے مراد جنت میں وہ حیثیت ہے جہاں سے جمال مبارک کا دیدار ہو سکے اور حجابات دور ہوں۔ اگر چہ فاصلے میں دوری ہو اور جب حجاب اٹھ جائے تو دوری ختم ہو جاتی ہے اور مشاہدہ ومعیت معنوی سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے اور اربابِ محبت کو مشاہدہ ہوگا اور ان کا غم واندوہ فقدانِ رویت ومشاہدہ ہے اور

یہی مطلب معیت کا ہے ورنہ معیت قلبی تو ہمیشہ بغیر مشاہدۂ بصری حاصل ہے جیسا کہ بعض غزوات میں فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو تمہارے ساتھ سفر میں نہیں، ہیں اور نہ وہ کسی منزل میں اترے ہیں مگر یہ کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کو عذر و مجبوری نے روک رکھا ہے تو معیت نبوی روح سے ہے نہ کہ قلب و قالب کے محض دیکھنے سے۔ اسی وجہ سے نجاشی بادشاہ حبشہ لوگوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ترین تھے اور عبداللہ بن ابی راس المنافقین مدینہ ہی میں رہنے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ابعد خلق تھا۔ باوجودیکہ اس کا گھر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متصل تھا لیکن محبان و مشتاقان جمال، معیت قلبی کے باوجود صحبتِ بصری کی بھی تمنا رکھتے تھے تاکہ دل اور آنکھ دونوں محفوظ و بہرہ مند ہوں۔

بندۂ مسکین (صاحب مدارج النبوۃ) نور اللہ قلبہ بنور الیقین کہتا ہے کہ جب مشتاقانِ جمال مبارک نے قیامت میں حضور انور کے علو درجہ کی بنا پر جو آپ کو وہاں حاصل ہوگا رویت بصری سے محرومی کی شکایت کی تو انہیں اس کی بشارت دی گئی کہ دنیا میں جس طرح فرقِ مراتب اور تفاوت درجات کے باوجود قلبی و بصری رویت حاصل ہے اسی طرح اس عالم میں بھی بصر و بصیرت متحد ہوں گے اور میری معیت حاصل ہوگی۔ کیونکہ درمیان میں کوئی حجاب حائل نہ ہوگا (واللہ اعلم)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت رسول ﷺ: اب بعض وہ باتیں بیان کی

جاتی ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے شوق لقا کے ضمن میں سلف و آئمہ سے آثار و اخبار میں مروی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں مجھ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو بعد میں آنے والے ہیں ان میں ہر ایک مجھے محبوب جانے گا کہ کاش مجھے ایک نظر جمال المبارک پر ڈالنے کا موقع ملتا اور اس کے مقابلے میں مجھ سے میرا تمام مال و متال لے لیا جاتا اور مجھے دیدار حاصل ہو جاتا مطلب یہ کہ وہ اپنا تمام مال قربان کر دیتا اور نثار ہو جاتا۔ یہ دیدار میسر آتا تو کر گزرتے۔ اس مفہوم و مطلب پر بطریق فرض و تقدیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں آپ کے دیدار کی تمنا مراد ہوتی ہے مگر اس مسکین یعنی صاحب مدارج النبوۃ کے خیال میں آتا ہے کہ مراد آپ کے بعد خواب میں آپ کا دیدار ہوگا جیسا کہ تمام صلحائے امت کو ہوتا ہے یا بیداری میں جیسا کہ عامل ترین اولیائے کرام کو ہوتا ہے۔ نیز بعید از قیاس نہیں ہے کہ کچھ مشتاقانِ جمال اور طالبانِ دیدار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہوں گے کہ اگر تمام مال و متال خرچ کر کے حاصل ہو جائے یہ اگرچہ خواب میں ہی ہو تو غنیمت جانتے ہوں گے۔

ابن اسحٰق سے مروی ہے کہ وہ انصاری عورت جس کے باپ، بھائی اور شوہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سب شہید ہو گئے تھے اس عورت نے رسول اللہ علیہ وسلم کا حال پوچھا کہ کیا حال ہے لوگوں نے کہا بخیریت ہیں۔

اس نے کہا الحمد للہ میں انہیں کومحبوب رکھتی ہوں ۔ مجھے بتاؤ کہاں تشریف فرما ہیں تا کہ جمال مبارک کو دیکھوں ۔ جب اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہنے لگی ۔ **کل مصیبة بعدک قلیل** مطلب یہ کہ آپ زندہ وسلامت ہیں تو ہر مصیبت آسان ہے ۔

اور بعض روایتوں میں اس طرح مروی ہے کہ روزِ احد جب یہ شور برپا ہوا کہ دشمنانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کشتہ ہو گئے اور بہت سے اصحابِ رسول بھی شہید ہو گئے ہیں تو مدینہ کی عورتیں نالہ وفریاد کرتی ہوئی نکل کھڑی ہوئیں ۔ ایک انصاری عورت بھی سامنے آئی جس کے باپ ، بھائی ، شوہر اور بیٹے سب شہید ہو چکے تھے ۔لوگ اس کے بھائی ، باپ ، شوہر اور بیٹے کی لاشیں سامنے لائے مگر اس عورت نے ان کی طرف کچھ التفات نہ کیا اگر لوگ اس سے کہہ رہے تھے کہ یہ لاشیں تیرے بھائی کی ہے یہ تیرے باپ کی ہے یہ تیرے شوہر کی ہے یہ تیرے بیٹے کی ہے ۔مگر وہ یہی پوچھتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں لوگوں نے کہا آگے ہیں تو وہ بے اختیار ہو کر آگے بڑھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر آپ کا دامن اقدس پکڑ کر کہنے لگی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ۔ مجھے کوئی اندیشہ وفکر نہیں جب کہ آپ سلامت ہیں اب کسی کے مرنے کا غم نہیں ۔

جب مکہ والے حضرت زید بن وشنہ رضی اللہ عنہ کو حرم سے شہید کرنے کے لیے نکلے تو اس وقت ابوسفیان بن حرب نے اس سے کہا اے زید! میں تجھے قسم

دیتا ہوں کہ اس وقت تمہاری جگہ (حضرت) محمد ﷺ ہوتے کہ ہم انہیں شہید کرتے اور تم اپنے اہل وعیال میں رہتے اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے خدا کی قسم ہے مجھے حضور سے اس وقت بھی محبت ہے اور میں دل میں چاہتا ہوں کہ اپنی جگہ رہیں اور نہیں چاہتا کہ ان کے دستِ مبارک میں کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے گھر خوش رہوں۔ ابوسفیان نے کہا میں نے کسی شخص کو ایسی محبت رکھنے والا نہیں دیکھا جتنا کہ اصحاب محمد (ﷺ) حضرت محمد ﷺ سے محبت ووارفتگی رکھتے ہیں۔ ''رضوان اللہ علیہم اجمعین''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت ہجرت کر کے بارگاہِ رسالت میں آئی اور اس نے عرض کیا خدا کی قسم ہے میں نہ تو اپنے شوہر کی عداوت اور اس کی نفرت سے ہجرت کر کے نکلی ہوں اور نہ ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف آئی ہوں۔ بجز اس کے کہ میں خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتی ہوں اور جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت آیا تو ان کی بیوی گریہ وزاری کرنے لگیں اور ایک روایت میں ہے کہ غم و افسوس کرنے لگیں۔ اس پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ کتنی خوشی و مسرت کا مقام ہے کہ میں کل صبح اپنے آقا سید عالم ﷺ اور ان کے اصحاب واحباب سے ملاقات کروں گا کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

درغربتِ مرگ بیم تنہائی نیست — یارانِ عزیزاں طرب بیشتر اند

عبدہ بنت خالد بن معدان سے منقول ہے وہ کہتی ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ

جب بھی گھر میں سونے کے لیے لیٹتے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب، مہاجرین وانصار سے شوق ملاقات کا اظہار کرتے اور ان کا نام لے لے کر یاد کرتے اور کہتے کہ وہ ہماری اصل ونسل ہیں۔ان کی طرف میرا دل کھینچ رہا ہے اور ان سے ملاقات کی تمنا طویل ہوگئی ہے اے خدا۔میری جان جلد قبض فرما پھر وہ روتے اور آہ وزاری کرتے رہتے اور یہی کلمات ان کی زبان پر جاری رہتے یہاں تک کہ نیند غلبہ کر لیتی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض کرتے تھے کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ یقیناً ابو طالب کا اسلام میری آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈک اور روشنی پہنچاتا بہ نسبت ان کے اسلام کے یعنی (ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کے جو کے میرے والد ہیں) اس لیے کہ ابو طالب کے اسلام میں آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک ہوتی۔

اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا تمہارا اسلام لانا مجھے اپنے باپ خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمہارا اسلام لانا زیادہ محبوب ہے۔

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک رات مخلوقِ خدا کی پاسبانی کے لیے نکلے تو دیکھا کہ ایک گھر میں چراغ روشن ہے اور ایک بوڑھی عورت اون بن رہی ہے اور کہتی جاتی ہے۔ عــلــی

محمد صلوٰۃ الابر اله صلی علیه الطیبون الاخیار، قد کنت قوما بکاءً بالامحار، یالیت شعری و المنایا الحوار، هل تجمعنی و حبیبی ابدار اور وہ حضورﷺ کو یاد کرتی ہے اور آپ کے لقا دیدار کے شوق کا اظہار کرتی ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور فرمانے لگے اپنے ان کلمات کو دوبارہ کہو۔ تو اس نے حزن وغم اور اندوہگین آواز میں ان کو پھر دہرا دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ زار وقطار رونے لگے یہ حکایت طویل ہے۔

مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہا کا پاؤں سند ہو گیا تو کسی نے ان سے کہا جو تمھیں سب سے زیادہ محبوب ہو اسے یاد کرو تا کہ اس آفت سے چھٹکارا ملے تو انھوں نے فریاد کی اور کہا ''یا محمداہ'' ان کا پاؤں اسی وقت ٹھیک ہو گیا۔

مروی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک عورت آئی اور التجا کی کہ میرے لیے قبر انورﷺ کا دروازہ کھول دیجئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قبر شریف کا دروازہ کھول دیا وہ قبر انور کو دیکھ کر اتنا روئی کہ جان دے دی اور زید رضی اللہ عنہ عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ صاحب الاذان کے بارے میں ہے کہ وہ اپنے باغ میں کام کر رہے تھے کہ ان کے لڑکے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال کی خبر دی وہ روتے ہوئے دعا کرنے لگے کہ اے خدا میری آنکھ کی روشنی لے لے تا کہ میں اپنے محبوب کے بعد کسی کو نہ دیکھ سکوں۔ چنانچہ ان کی بصارت جاتی رہی اس قسم کی دعا بعض دیگر اصحاب کے

بارے میں بھی ماثور و منقول ہے۔

علامات محبتِ رسول ﷺ:۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی علامتیں اور نشانیاں بہت ہیں لیکن سب سے اعلیٰ و اعظم علامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع و پیروی اور سنتوں پر عمل، ہدایت پر سلوک اور آپ کی سیرت پر چلنا اور حدود شریعت پر قائم رہنا اور آپ کے احکامِ ملت سے تجاوز نہ کرنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله** ۔ (فرما دو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ کی محبت تمہیں حاصل ہو جائے گی) گویا اپنی متابعت کو خدا سے محبت کی علامت و دلیل قرار دیا اور خدا کی محبت اور رسول ﷺ کی محبت دونوں ایک ہی ہیں دونوں لازم ہیں۔ رسالہ قشیری میں ابو سعید حراز سے منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی محبت میں خدا کی محبت سے باز رہنے میں مجھے معذور تصور فرمایئے۔ مطلب یہ کہ آپ کے ساتھ میری محبت اتنی شدید ہے کہ میں آپ کے بغیر بالکل پرواز نہیں کرسکتا نہ تو آپ کے غیر کی یاد ہے اور نہ آپ کے غیر کے ذکر میں مشغول ہوں لیکن چونکہ حق تعالیٰ کی محبت اصل و مقدم ہے اور آپ نے ایسا فرمایا بھی ہے مگر میں آپ کی محبت کے اقتضاء میں اتنی فرصت ہی نہیں پاتا۔ اور نہ کسی اور کی محبت کی گنجائش ہے جیسا کہ میری محبت کا اقتضاء ہے میں اسی کو کما حقہ ادا نہیں کرسکتا تو کسی اور سے کیسے محبت کروں۔ اگر چہ

بظاہر یہ کلمہ بدتمیزی کا ہے اور ان کے منکر کا حال ہے اور جمع و اجمال کے مرتبہ میں ہے کیونکہ اسؓ کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب فرمایا۔ یا مبارک من احب اللہ فقد احبنی ۔ اے مبارک! جو خدا سے محبت رکھتا ہے ۔ بلا شبہ وہی مجھ سے محبت رکھتا ہے ۔ مطلب یہ کہ خدا کی محبت اور میری محبت ایک ہے دونوں لازم وملزوم ہیں ۔ لیکن بر بنائے غلبہ سکر اور حقیقت حال پر اطلاع میں عدم تمیز کی وجہ سے بظاہر نظر بصیرت پر جاتی ہے یہ ہے اشتباہ کا سبب اور بعض کوتاہ بین لوگ ایسے ہیں جو شہود حق کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے جدا اور مغارق تصور کرتے ہیں اور وہ اس کے ہر گوشہ سے واقف نہیں ۔ بعض مدعیوں نے اس سے زیادہ کھل کر بات کی ہے ۔ اور ممکن ہے کہ اس کلام نے حضرتؒ ابوسعید کو تعجب میں ڈال دیا ہو کہ یہ جو تم کہہ رہے ہو بے معنی اور پر از خطا ونقص ہے اس خیال سے باز آجاؤ ۔ ایسی بات زبان پر نہ لاؤ لیکن چونکہ ابوسعید، صادقان راہ، خاصانِ درگاہ اور محبان آگاہ میں سے ہیں اس لیے ان کو "یا مبارک" کہہ کر خطاب فرمایا گیا اور معذور رکھا اور نرمی و ملائمت سے منع فرمایا ۔ اور وہ سختی وشدت جو حقیقت حال سے متوقع تھی نہ فرمائی اسی کی مانند ایک واقعہ حضرت رابعہ بصریہ سے متعلق بھی بیان کیا جاتا ہے (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) اسے بھی اسی طرح جیسا کہ ابھی کہا گیا محمول کیا جائے گا۔

درحقیقت محبت، علتِ متابعت اور اس کا باعث ہے لہذا متابعت دلیل و علامتِ محبت ہے اور علماء فرماتے ہیں کہ محبت، مطالعہ نعمت سے ابھرتی ہے اور

نعمت پر جتنی اطلاع حاصل ہوگی اتنی ہی قوت سے محبت پیدا ہوگی اور یہ بملاحظہ احسان و بمشاہدہ حسن وقدر بھی پیدا ہوتی ہے اور متابعت سے حاصل ہوتی ہے اسی لیے محبت بالذات اتفاق واتحاد کی مقتضی ہے اور جب متابعت، محبت کو ابھارنے والی ہے تو طاعات وعبادات میں کوئی بوجھ اور مشقت معلوم نہیں ہوگی بلکہ غذائے قلب نعیم روح، سرورِ خاطر اور آنکھوں کی ٹھنڈک معلوم ہوگی اور جسمانی لذتوں سے یہ عظیم تو معلوم ہوں گی۔ خصوصاً اس وقت جب کہ رسول کریم ﷺ کی معیت کا تصور بھی شامل ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ **من احیی سنتی فقد احیانی و من احیانی معی فی الجنته** ۔ جس نے میری سنت کو زندہ کیا بلا شبہ اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا حقیقت میں محبت ایک نور ہے اور معصیت ظلمت وتاریکی اور نور ظلمت وتاریکی کو زائل کرنے والا۔

علماء فرماتے ہیں کہ متابعتِ حبیب ﷺ سے بڑھ کر کوئی مقام افضل و اشرف نہیں ہے لیکن واضح رہنا چاہیے کہ انواع محبت میں متابعت بہت قوی و اکملِ نوع ہے جو بھی متابعت کی صفت سے متصف ہے وہ کامل المحبت اور عالی مرتبت ہے اور جو بعض امور میں مخالف ہے ناقص المحبت ہے اور مقام و درجہ میں بھی کم ہے لیکن اسم محبت اور اس کی صفات کی اصلیت سے باہر نہیں ہے اس کی دلیل یہ واقعہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص پر شراب پینے کے سلسلے میں حد جاری فرمائی تھی اور اس سے دوسری مرتبہ بھی شراب پینے کا فعل

سرزد ہو گیا تھا جس پر لوگوں نے اس پر لعنت و ملامت کی تھی اس پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ **لا تلعنوه فانه یحب الله و رسوله** اس پر لعنت نہ بھیجو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ دراصل یہ شخص بدوؤں میں سے تھا اس کا نام زاہر تھا یہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ککڑی و سبزی وغیرہ لا کر پیش کیا کرتا تھا اور حضور بھی شہر کی چیزیں مثلاً کپڑا گھی وغیرہ عطا فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے زاہر یہ ہماری دوستی کا نشان ہے کیونکہ ہم شہری ہیں اور بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب پینے والے کا نام عبداللہ تھا اور جس کا خمار اور زاہر لقب تھا وہ دوسرا شخص تھا (واللہ اعلم)

اس ارشاد نبوی ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل محبت اسی میلان اور کشش کا نام ہے اگرچہ متابعت میں کسی قسم کی خطاء و غلطی سرزد ہو جائے نیز یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ مرتکبِ گناہ کبیرہ کافر نہیں ہے۔ جیسا کہ اہلسنت و جماعت کا مذہب ہے۔ بایں ہمہ واضح رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دائمی ثبات، عاصی کے دل میں اس امر پر مشروط و مفید ہے کہ وہ اس معصیت سے شرمسار ہو اور اس پر حد شرعی نافذ ہو چکی ہو تو وہ گناہ کا کفارہ بن جاتا ہے اس کے برخلاف کے نہ تو وہ شرمسار ہو اور نہ اس پر حد جاری ہو تو خطرہ ہے کہ تکرارِ گناہ اور اس پر طبعی طور پر اصرار کہیں اس سے ایمان کو سلب نہ کر لے اور دل پر مہر نہ لگا دے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

علاماتِ محبت حضور ﷺ میں سے آپ کے ذکر شریف کی کثرت بھی ہے

اس لیے کہ کثرتِ ذکر، لوازم محبت میں سے ہے۔ مَن احب شیئاً اکثر ذکرہ'' (جس سے زیادہ محبت ہوتی ہے اس کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے اور بعض محبت کی تعریف، دائمی ذکر محبوب سے کرتے ہیں اور یہ سعادت خدمت علم دین اور علمِ سیر کی کتابوں کے مطالعہ سے حاصل ہوتی ہے اور اصحاب علم حدیث کو خاص قسم کی نسبت اور حضور ﷺ سے مخصوص لگاؤ ہوتا ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہے اس لیے کہ ان کی زبانوں پر حضور اکرم ﷺ کے احوال و صفات کا ذکر شریف ہمیشہ رہتا ہے اور وہ اسے وردِ جان بنائے رکھتے ہیں اور حضور ﷺ کی ذات بابرکات کے صفات کی معرفت اور آپ کے احوال تعینی و تشخصی کی شناخت انہیں کو حاصل ہوتی ہے اور ہمیشہ جمالِ مبارک کی شبیہہ و تصویر، ملحوظِ نظر اور ان کے نصب العین میں رہتی ہے اور آپ کی خیالی شبیہہ و تصویر، اتصال باطنی میں قوی و متصل ہوتی ہے اور جب آپ کے اسم گرامی کا ذکر ہوتا ہے تو اس کی لذت ان کے دلوں میں سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے اور نام والے کی عظمت دل میں مشاہدہ کرتی ہے اور مستحضر ہوتی ہے اور یہ ہمیشہ حاضر درگاہ رہتے ہیں۔ ان حضرات کی اس باب میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشارکت و مشابہت ہے کیوں کہ وہ حضور ﷺ کے احوال، اقوال اور افعال کی خبر رکھتے ہیں اور وہ مصاحبت و مجالست اور مکالمت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ان کی صحبت معنوی ہے اور یہ صحبت ظاہری و صوری سے دور ہیں اور فوائد عظمیٰ میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی قبر

انور کی زیارت کرنے والے اور خطہ پاک کی جہاں یہ قبرانور شریف واقع ہے حاضری دینے والے کو حاصل ہوتا ہے جب وہ اس کے ذکر شریف میں شب و روز گزارتے ہیں جو کہ متخلق باخلاق اللہ ہیں تو اس ارشاد کے مصداق بن جاتے ہیں کہ **فاذکرونی اذکرکم** (تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا) اوران کو حضور ﷺ بھی یاد فرماتے ہیں اور درود و سلام جو اقربِ وسائل ہے اس علم شریف کا جز ہے ایک بزرگ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ تحصیل و خدمتِ علم حدیث پر سب سے زیادہ ابھارنے والا اور سب سے قوی برانگیختہ کرنے والا، حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

اور علامات محبت رسول میں سے حضور اکرم ﷺ کے ذکر شریف کے وقت آپ کی تعظیم وتوقیر بجالانا اور آپ کے اسم مبارک کے سننے پر اظہار خشوع وخضوع اور انکساری کرنا بھی ہے جو جس سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے وہ اس کے سامنے عاجزی کرتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حضور ﷺ کے وصال کے بعد یہ حال تھا کہ جب وہ حضور ﷺ کا ذکر کرتے تو رونے لگتے اور خشوع کا اظہار کرتے اور حضور کی غایت تعظیم اور آپ کے ہیبت وجلال سے ان کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے یہی حال تابعین اور ان کے بعد والوں کا تھا۔ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

ابو ابراہیم یحییٰ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جب وہ حضور ﷺ

کا ذکر کرے یا اس کے سامنے ذکر کیا جائے تو وہ خشوع وخضوع کا اظہار کر کے اور بدن کو ساکن کر کے جنبش تک نہ دے اور خود پر ہیبت طاری کرے گویا کہ اگر وہ حضور ﷺ کے روبرو ہوتا اور اس وقت جیسا ادب فرض تھا وہی ادب ادا کرتا اس وقت بھی ویسا ہی ادب کرے۔ ابوایوب سختیانی کا یہ حال تھا کہ جب ان کے سامنے حضور اکرم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو اتنا روتے کہ لوگوں کو ان کی حالت پر رحم آ جاتا اور جعفر بن محمد باوجودیکہ کثیر المزاج اور ہنس مکھ تھے مگر جب ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا ذکر آتا تو ان کا رنگ زرد پڑ جاتا۔ اور عبد الرحمٰن بن القاسم رضی اللہ عنہا کا یہ حال تھا کہ جب ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو ان کا رنگ دگرگوں ہو جاتا اور ان کی کمر دوہری ہو جاتی۔ یہاں تک کہ ہم نشینوں پر دشواری پیدا ہو جاتی۔ ایک مرتبہ لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کا یہ کیا حال ہو جاتا ہے؟ فرمایا اگر تم وہ دیکھتے جو میں نے دیکھا ہے تو تم اس کا انکار نہ کرتے بلاشبہ میں نے محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ کو سید القراء تھے دیکھا ہے کہ ہم قریب نہ ہوئے تھے کہ ہم ان سے حدیث رسول ﷺ کے بارے میں پوچھیں کہ ان پر اتنا گریہ طاری ہو گیا کہ ہم ان کی حالت پر رحم کھانے لگے۔ بلاشبہ جب ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو ہم ان کے چہرے کی طرف دیکھتے گویا اس سے خون کھینچ لیا گیا ہے اور ہیبت رسول ﷺ میں ان کی زبان ان کے منہ میں ہوتی اور عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ جب ان کے سامنے حضور ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو

رونے لگتے یہاں تک کہ ان کی آنکھوں میں آنسو تک باقی نہ رہتے اور زہری رحمتہ اللہ علیہ بڑے بااخلاق اور مجلسی زندگی رکھنے والے شخص تھے مگر جب ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو وہ ایسے ہو جاتے گویا ان کو تم نہ جانتے اور نہ وہ تم کو جانتے ہیں۔ اور صفوان بن سلیم بڑے عابد و زاہد لوگوں میں سے تھے جب ان کے سامنے حضور ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو اتنا روتے کہ لوگ اٹھ کر ان کے پاس سے چلے جاتے اور ان کو اپنی جلہ پر چھوڑ جاتے۔

اور قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ جب وہ حضور ﷺ کا نام نامی سنتے تو ان پر لرزہ طاری ہو جاتا اور رونے لگتے اور عبدالرحمٰن بن مہدی کا یہ حال تھا کہ جب حدیث پڑھی جاتی تو لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیتے اور فرماتے **لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی**۔ اور فرماتے کہ حضور ﷺ کی حدیث کی قرابت کے وقت خاموش رہنا اسی طرح فرض ہے جس طرح کہ حضور ﷺ کے کلام فرمانے کے دوران خاموش رہنا اور سننا فرض ہے اور نبی کریم ﷺ کا نام نامی سنتے وقت آپ پر درود بھیجنے کے سلسلے میں مفصل بحث ہے۔

اور علامات محبت رسول اللہ ﷺ میں سے لقائے حبیب میں کثرت شوق بھی ہے اس لیے کہ ہر طالب و محبّ، لقائے حبیب کو دوست رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں کہ بعض المحبہ ھی الشوق الی الحبیب محبت کا ایک حصہ یہی شوق ہے حبیب کی لقا کا، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ جب حضور ﷺ کا شوق بے چین کرتا اور سوزش محبت انہیں مضطرب کرتی تو حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا قصد کرتے اور جمال جہاں آراء سے شفاء

کے متمنی ہوتے اور حضورﷺ کی ہم نشینی سے لذت وسرور حاصل کرتے اور آپ پر نظریں جمائے رہتے تھے۔ اشعریوں کی حدیث میں آیا ہے کہ مدینہ منورہ میں قدم رنجہ فرمانے کے وقت لوگ رجز گا رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ غداً تلقی الاحبۃ محمداوصحبہ اور بعض آثار واحادیث میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور معدن رضی اللہ عنہ وغیرہ کے اقوال بیان ہوئے جواس بات کے مناسب ہیں۔ علامات محبت رسولﷺ میں سے ہراس شخص سے محبت رکھنا بھی ہے جو آپ سے تعلق رکھتا ہے اور وہ اہل بیت میں سے ہو یا صحابہ میں سے، مہاجرین میں سے ہو یا انصار میں سے (رضی اللہ عنہم اجمعین) اور ہر اس شخص سے عداوت رکھنا بھی ہے جو ان سے دشمنی رکھے اور انہیں گالیاں دے گویا کہ جوانہیں دوست رکھے ان کو دوست جانے اور جوانہیں دشمن جانے ان سے دشمنی رکھے۔

حضور اکرم ﷺ نے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا۔ خداوند جوان سے محبت رکھتا ہے تو تو بھی اسے دوست رکھ فرمایا جو کوئی ان سے محبت رکھتا ہے بلاشبہ وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے یقیناً وہ خدا سے محبت رکھتا ہے ار جو کوئی ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ مجھ سے دشمنی رکھتا ہے اور اسے خدا دشمن جانتا ہے۔

اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا وہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جو چیز انہیں غضب میں لاتی ہے وہ مجھے غضب میں لاتی ہے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہما! ان سے محبت رکھو کیوں کہ میں

بھی ان سے محبت رکھتا ہوں۔

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں فرمایا ''انہیں نشانہ نہ بناؤ اور جو کوئی ان سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھنے کی بناء پر ان سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ مجھ سے دشمنی رکھنے کی بناء پر ان سے دشمنی رکھتا ہے اور جو کوئی انہیں ایذاء دیتا ہے بلاشبہ وہ مجھے ایذاء دیتا ہے اور جو مجھے ایذا پہنچاتا ہے وہ خدا کو ایذا دیتا ہے اور جو خدا کو ایذا دے قریب ہے کہ وہ خدا کی پکڑ اور عذاب میں آئے۔

اور فرمایا ایمان کی علامت، انصار سے محبت رکھنا ہے اور نفاق کی علامت ان سے دشمنی رکھنا ہے اور فرمایا جو عرب سے محبت رکھتا ہے وہ بلاشبہ مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ مجھ سے دشمنی رکھنے کی بناء پر انہیں دشمن رکھتا ہے۔

علاماتِ محبتِ رسول ﷺ میں سے امت پر مہربانی و شفقت، التزامِ نصیحت، اقامت مصالح میں کوشش، ایصالِ منافع سے ضرر و نقصان رساں چیزوں کو دفع کرنا بھی ہے۔ درحقیقت جو کسی سے محبت رکھتا ہے وہ اس کی ہر اس چیز سے محبت رکھتا ہے جس وہ محبت رکھے اور یہ سلف کی خصلت و سیرت تھی۔ حتیٰ کہ دعاؤں میں بھی اور اپنی خواہشوں میں بھی چنانچہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضور ﷺ کدو کو پسند فرماتے ہیں تو وہ ہمیشہ کدو سے محبت رکھنے لگے اور حسن بن علی اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم اور سلمیٰ رضی اللہ عنہا جو حضور ﷺ کی خادمہ تھیں۔ ان کے پاس آتے اور ان سے خواہش ظاہر کرتے کہ وہ کھانا تیار کرو جو رسول اللہ ﷺ کو پسند تھا۔

علامات محبت رسول اللہ ﷺ میں سے علماء، صلحاء اور متبعین سنت کے ساتھ محبت رکھنا اور جاہلوں، فاسقوں اور اہلِ بدعت سے بغض رکھنا بھی ہے اور ہر وہ شخص جو مخالف شریعت ہو اسے ناگوار جاننا بھی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لاتجد قوماً یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانو اباء ھم وہ لوگ جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں ان کے دلوں میں قوم کی محبت نہ پائی جائے گی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی رکھتے ہیں اگرچہ وہ ان کے باپ ہی کیوں نہ ہوں اور اصحاب نبی رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے جنھوں نے اپنے باپ، بیٹیوں، بھائیوں اور دوستوں کو حضور ﷺ کی رضا و خواہش میں ماردیا۔ عبداللہ بن ابی جو منافقوں کا رئیس سردار تھا اس کے بیٹے عبداللہ نے مخلصوں میں سے تھے اپنے منافق باپ کے بارے میں حضور ﷺ سے عرض کیا اگر حضور چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر اتار کر لے آؤں جب کہ اس منافق نے یہ کہا تھا کہ۔ **لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منھا الا ذل** ۔اگر ہم مدینہ لوٹے تو ضرور ہم عزت دار، وہاں سے ان کو نکالیں گے (معاذ اللہ) اور اس نے اعز یعنی عزت دار سے خود کو مراد لیا تھا۔ اور ''اذل'' سے اصحاب رسول ﷺ کو اور جب یہ مدینہ شریف لوٹے تو اس منافق کا بیٹا یعنی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار سونت کر شہر کے دروازے پر آکر کھڑے ہو گئے اور اپنے باپ سے کہا اب تو اپنی زبان سے کہہ کہ۔ **انا اذل الناس و اصحاب محمد اعز الناس** ۔ میں لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں اور اصحاب رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ عزت دار ہیں ورنہ میں تیری گردن اڑادوں گا اس نے کہا کیا تو سچ کہتا ہے اور یوں ہی کرے گا۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں میں تیری گردن اڑا دوں گا اس پر اس نے اپنی زبان سے مذکورہ الفاظ ادا کئے اور اس کا اقرار کیا تب انھوں نے اسے چھوڑا

اور حویصہ رضی اللہ عنہ اور محیصہ رضی اللہ عنہ دو بھائی تھے ان میں سے چھوٹا بھائی ایمان لے آیا تھا اور حضور اکرم ﷺ نے اس کو اس یہودی کے قتل کرنے پر مقرر فرمایا تھا جو مفسدوں میں سے تھا تو اس کے بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا کیا تم اس آدمی کو مار ڈالو گے جس کی نعمتوں کے آثار ہمارے پیٹ کی چربیوں میں ہیں۔ اس نے کہا کیا ہوا اگر حضور ﷺ فرمائیں کہ میں تجھے مار ڈالوں تو اسی وقت میں تجھے قتل کر دوں گا۔ پھر وہ بھائی اپنے گھر آیا اور انصاف سے سوچنے لگا اور کہنے لگا عجیب دین ہے جسے تو نے اختیار کیا ہے اس سے تیری اتنی محبت ہے۔ اس کے بعد وہ بھی مسلمان ہو گیا۔

علاماتِ محبت رسول ﷺ میں سے قرآن کریم سے محبت رکھنا بھی ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ قرآن خدا کی طرف سے لائے وہ مہدی ہادی اور اخلاق وسیرت کو بنانے والی کتاب ہے چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمایا۔ کان خلقہ القران۔ حضور ﷺ، اخلاق قرآن ہے اس کی تلاوت کرنا، اس پر عمل کرنا، اس کو سمجھنا، اس میں غور وخوض کرنا اور اس کے حدود کو قائم کرنا علامات محبت میں سے ہے۔ حضرت سہیل تستری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا سے محبت کی نشانی قرآن سے محبت رکھنا ہے اور قرآن سے محبت، نبی سے محبت کی علامت ہے اور نبی سے محبت کرنے کی علامت سنت سے محبت رکھنا ہے اور سنت سے محبت، آخرت سے محبت رکھنا ہے اور آخرت سے محبت دنیا سے بغض رکھنا ہے اور دنیا سے بغض رکھنے کی علامت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی ذخیرہ نہ کرے بجز اس توشہ کے جو آخرت میں کام آئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام .... محبت رسول ﷺ

از .... شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز

صفحات 32

ماخوذ از .... مدارج النبوۃ

بار اول .... ۲۲ اگست ۱۹۳۷ء آندھرا پردیش انڈیا

بار دوئم .... اگست ۲۰۰۳ء/ جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ

نشرواشاعت .... ادارہ معارف نعمانیہ لاہور

تعداد 1100

طابع .... کاروان پریس

ہدیہ .... دعائے خیر بحق معاونین

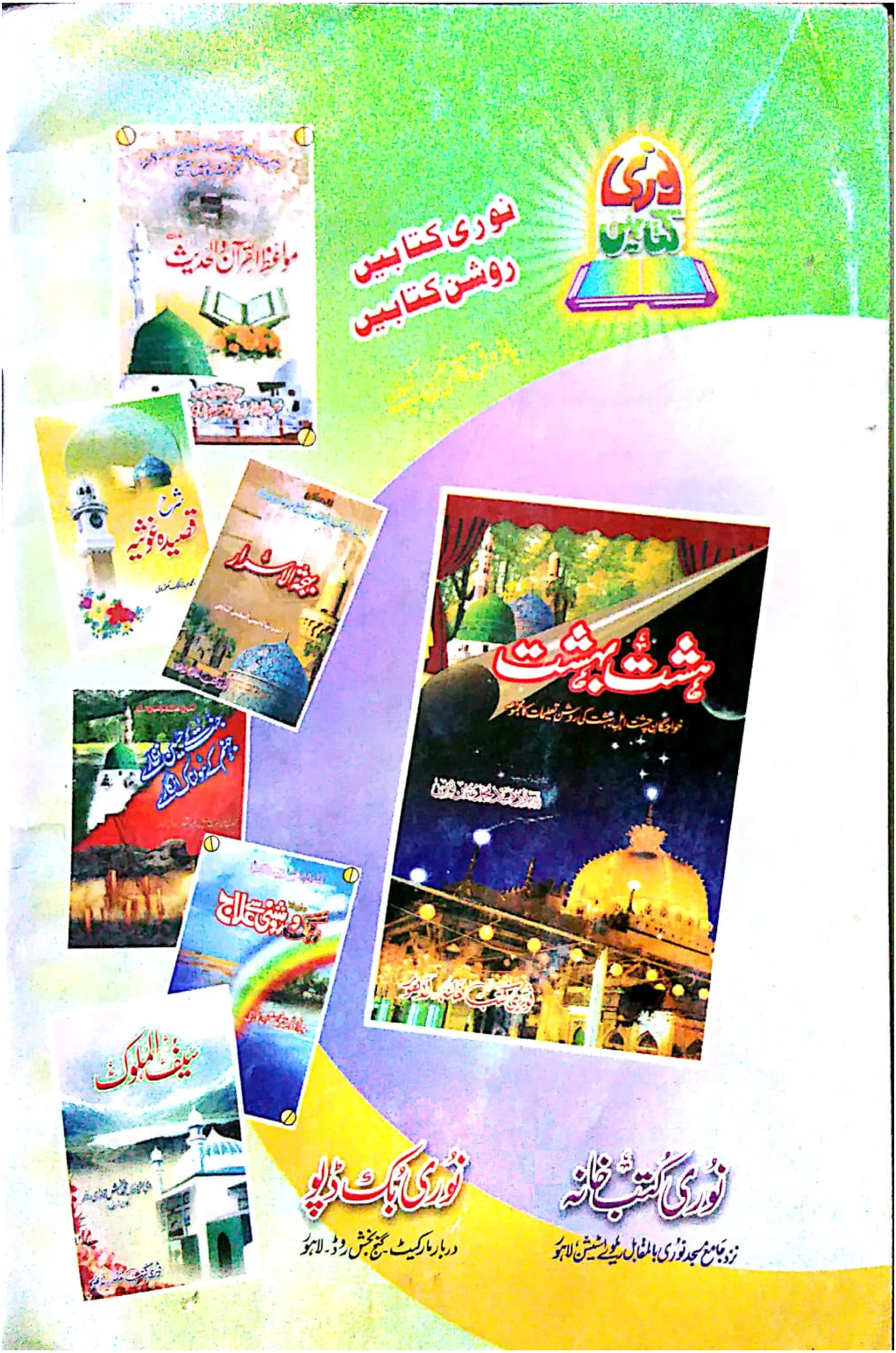
معاون .... نوری کتب خانہ لاہور واراکین ادارہ

نوٹ:۔ شائقین مطالعہ ۱۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال فرما کر طلب فرمائیں۔

ملنے کا پتا

ادارہ معارف نعمانیہ ۔ ۳۲۳ ۔ شادباغ لاہور

سلسلہ اشاعت نمبر ۱۱۴



نوری کتابیں
روشن کتابیں
مواعظ القرآن والحدیث
شرح قصیدہ غوثیہ
بہجۃ الاسرار
ہشت بہشت
خواجگان چشت اہل بہشت کی روشن تعلیمات کا مجموعہ
سیف الملوک
نوری کتب خانہ
نزد جامع مسجد نوری بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور
نوری بک ڈپو
دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ۔ لاہور